

کوئی شام گھر بھی رہا کرو

urdukutabkhanapk.blogspot

انتخاب: بشیر بدر



فہرست

آئندہ

- 15 یونہی بے سبب نہ پھرا کرو، کوئی شام گھر بھی رہا کرو
17 کوئی پھول دھوپ کی پتیوں میں ہرے ربن سے بندھا ہوا
19 آنکھوں میں رہا دل میں اتر کر نہیں دیکھا
21 چمک رہی ہے پروں میں اڑان کی خوشبو
23 ناریل کے درختوں کی پاگل ہوا کھل گئے بادیاں لوٹ جا لوٹ جا
25 سنوار نوک پلک ابروؤں میں خم کر دے
27 اندھیرے راستوں میں یوں تری آنکھیں چمکتی ہیں
29 اداس آنکھوں سے آنسو نہیں نکلتے ہیں
31 ہونٹوں پہ محبت کے فسانے نہیں آتے
33 دوسروں کو ہماری سزائیں نہ دے
35 سر پہ سایہ سادست دعا یا د ہے

- 85 آس ہوگی نہ آسرا ہوگا
87 بھگی ہوئی آنکھوں کا یہ منظر نہ ملے گا
89 بڑے تاجروں کی ستائی ہوئی
91 میرا اس سے وعدہ تھا گھر رہنے کا
93 مجھ سے بچھڑ کے خوش رہتے ہو
95 شبنم کے آنسو بھول پر یہ تو وہی قصہ ہوا
97 چرواہا بھیڑوں کو لے کر گھر آیا رات ہوئی
99 اس کی چاہت کی چاندنی ہوگی
101 ساتھ چلتے جا رہے ہیں پاس آسکتے نہیں
103 شعر میرے کہاں تھے کسی کے لیے
105 سپاہیوں کے بنے حرف حرف دھوتے ہیں
107 مرے دل کی راہ کزید مت اسے مسکرا کے ہوا نہ دے
109 مسکراتی ہوئی دھنک ہے وہی
111 کبھی یوں ملیں کوئی مصلحت کوئی خوف دل میں ذرا نہ ہو

آسمان

- 115 سر سے پاتک وہ گلابو کا شجر لگتا ہے
117 محبتوں میں دکھاوے کی دوستی نہ ملا
119 لوگ ٹوٹ جاتے ہیں ایک گھر بنانے میں
121 وہ انتظار کی چوکھٹ پہ سو گیا ہوگا
123 اگر یقین نہیں آتا تو آزمائے مجھے
125 اپنی کھوئی ہوئی جنتیں پا گئے زیت کے راستے بھولتے بھولتے
127 سر جھکاؤ گے تو پتھر دیوتا ہو جائے گا

- 37 پتھر کے جگر والو، غم میں روانی ہے
39 مسکراتی ہوئی دھنک ہے وہی
41 دعا کرو کہ یہ پودا اسدا ہرا ہی لگے
43 سو غلوں باتوں میں سب کرم خیالوں میں
45 وہ مسکتی پلکوں کی اوٹ سے کوئی تارا چمکا تھارات میں
47 ابھی اس طرف نہ نگاہ کر میں غزل کی پلکیں سنوار لوں
49 کبھی یوں بھی آمری آنکھوں میں کہ مری نظر کو خبر نہ ہو
51 سوئے کہاں تھے آنکھوں نے تکیے بھگوئے تھے
52 کہاں آنسوؤں کی یہ سوغات ہوگی
53 راہوں میں کون آیا گیا کچھ پتہ نہیں
55 وہ غزل والوں کا اسلوب سمجھتے ہوں گے
57 تم ابھی شہر میں کیا نئے آئے ہو
59 میکدہ، رات غم کا گھر نکلا
61 ہمارا دل سویرے کا سنہرا جام ہو جائے
63 بے وفا راستے بدلتے ہیں
65 اسے فن نہیں پردہ فن کو
67 خدا ہم کو ایسی خدائی نہ دے
69 شام کے بیڑ کی سرمئی شاخ پر پتیوں میں چھپا کوئی جگنو بھی ہے
71 مسافر کے رستے بدلتے رہے
73 سر راہ کچھ بھی کہا نہیں کبھی اس کے گھر میں گیا نہیں
75 یہ چراغ بے نظر ہے یہ ستارہ بے زباں ہے
77 اداسی کا یہ پتھر آنسوؤں سے غم نہیں ہوتا
79 اب کے چاہیں گے ڈھونڈا کریں
81 اداسی کے چہرے پڑھامت کرو

آہٹ

- 173 سن لی جو خدا نے وہ دعا تم تو نہیں ہو
175 ہر جنم میں اس کی چاہت تھی
177 ٹوٹے ہوئے ستار کے سب تار کس گئے
179 میں تو ایک کاغذی پھول تھا سرشام خوشبو سے بھر گیا
181 بڑی آگ ہے بڑی آج ہے تیرے میکدے کے گلاب میں
183 تو مجھ سے تیز چلے گا تو راستہ دو گا
185 گاؤں مٹ جائیں گے شہر جل جائے گا
187 فرصت کہاں خطوط پڑھوں آج پیار سے
189 اب مجھے سے نہیں 'میکدہ' چاہیے
191 فلک سے چاند ستاروں سے جام لینا ہے

- 129
131
133
135
137
139
141
143
145
147
149
151

غزلوں کا ہنراہی آنکھوں کو سکھائیں گے
ادب کی حد میں ہوں میں بے ادب نہیں ہوتا
اڑتے بادل 'بزرگوں کی شفقت بنے دھوپ میں لڑکیاں مسکراتی رہیں
سردرد 'جیسے نیند کے سینے پہ سو گیا
نہ جی بھر کے دیکھا نہ کچھ بات کی
کوئی ہاتھ نہیں خالی ہے
اب ہوئی داستاں رقم بابا
لہروں میں ڈوبتے رہے ورہا نہیں ملا
پھول برسے کہیں 'جنم کہیں گوہر برسے
اگر تلاش کروں کوئی مل ہی جائے گا
کہیں چاند راہوں میں کھو گیا نہیں چاندنی بھی بھٹک گئی
اب تیرے میرے بیچ ذرا فاصلہ بھی ہو

امٹیج

- 155
157
159
161
163
165
167
169

ہماری شہرتوں کی موت بے نام و نشان ہوگی
یہ چاندنی بھی جن کو چھوٹے ہوئے ڈرتی ہے
وقت رخصت کہیں تارے 'کہیں جگنو آئے
پھول سا کچھ کلام اور سسی
جو ادھر سے جا رہا ہے وہی مجھ پہ مہراں ہے
ہوا میں ڈھونڈ رہی ہے کوئی صدا مجھ کو
جب تک نگار وشت کا سینہ دکھا نہ تھا
اب ہے ٹوٹا سا دل خود سے پیزا رسا



اردو کتب خانہ

URDUKUTABKHANAPK.BLOGSPOT



اُردو کتب خانہ

URDUKUTABKHANAPK.BLOGSPOT



یو نہی بے سبب نہ پھرا کرو، کوئی شام گھر میں رہا کرو
وہ غزل کی سچی کتاب ہے اسے چُپکے چُپکے پڑھا کرو

کوئی ہاتھ بھی نہ ملائے گا جو گلے ملو گے تپا کے
یہ نئے مزاج کا شہر ہے ذرا فاصلے سے ملا کرو

ابھی راہ میں کئی موڑ ہیں کوئی آئے گا کوئی جائے گا
تہیں جس نے دل سے بھلا دیا اُسے بھولنے کی دعا کرو



اُردو کُتب خانہ

URDUKUTABKHANAPK.BLOGSPOT



کوئی پھول دھوپ کی پتیوں میں برے ربن سے بندھا ہوا
وہ غزل کا بچہ نیا نیا نہ کہا ہوا نہ سُنا ہوا

جسے لے گئی ہے ابھی ہوا وہ درق تھا دل کی کتاب کا
کہیں آنسوؤں سے مٹا ہوا کہیں آنسوؤں سے کھٹا ہوا

کئی میل ریت کو کاٹ کر کوئی موج پھول کھلا گئی
کوئی پیڑ پیاس سے مر رہا ہے ندی کے پاس کھڑا ہوا

مجھے اشتہار سی لگتی ہیں یہ مجتوں کی کہانیاں
جو کہا نہیں وہ سُنا کرو، جو سُنا نہیں وہ کہا کرو

کبھی حسن پر وہ نشیں بھی ہو ذرا عاشقانہ لباس میں
جو میں بن سنور کے کہیں چلوں مے ساتھ تم بھی چلا کرو

نہیں بے حجاب وہ چاند سا کہ نظر کا کوئی اثر نہ ہو
اُسے اتنی گرمی شوق سے بڑی دیر تک نہ نکا کرو

یہ خزاں کی زرد سی شال میں جو اُداس پیڑ کے پاس ہے
یہ تنہا ہے گھر کی بہار ہے اُسے آنسوؤں سے ہرا کرو

وہی خط کہ جس پہ جگہ جگہ دوہکتے ہونٹوں کے چاند تھے
کسی بھولے بسرے سے طاق پر تہ گرد ہوگا دبا ہوا

مجھے حادثوں نے سجا سجا کے بہت حسین بنایا
مراد دل بھی جیسے دلہن کا ہاتھ ہو ہندلیوں سے چاہوا

وہی شہر ہے وہی راستے وہی گھر ہے اور وہی لان بھی
مگر اس دریچے سے پوچھنا وہ درخت انا رکا کیا ہوا

مرے ساتھ جگنو ہے مسافر، مگر اس شرر کی بساط کیا
یہ چراغ کوئی چراغ ہے نہ جلا ہوا نہ بجھا ہوا



اُردو کُتب خانہ

URDUKUTABKHANAPK.BLOGSPOT



آنکھوں میں رمل دل میں اتر کر نہیں دیکھا
کشتی کے مسافر نے سمندر نہیں دیکھا

بے وقت اگر جاؤں گا سب چونک پڑیں گے
اک عمر ہوئی دن میں کبھی گھر نہیں دیکھا

جس دن سے چلا ہوں مری منزل پہ نظر ہے
آنکھوں نے کبھی میل کا پتھر نہیں دیکھا

یہ پھول مجھے کوئی دراشت میں ملے ہیں
تم نے مرا کانٹوں بھرا بستر نہیں دیکھا

پتھر مجھے کہتا ہے مرا چاہنے والا
میں موم ہوں اُس نے مجھے چھو کر نہیں دیکھا

○

چمک رہی ہے پروں میں اُڑان کی خوشبو
بلا رہی ہے بہت آسمان کی خوشبو

بھٹک رہی ہے پرانی دلائیاں اور ٹھہرے
حویلیوں میں مرے خاندان کی خوشبو

سُنا کے کوئی کہانی، میں سُلّاقی تھی
دعاؤں جیسی، رُٹے پاندان کی خوشبو



اُردو کتب خانہ

URDUKUTABKHANAPK.BLOGSPOT



اُردو کتب خانہ

URDUKUTABKHANAPK.BLOGSPOT



ناریل کے درختوں کی پاگل ہوا کھل گئے بادِ باں لوٹ جا لوٹ جا
سانولی سرزمین پر میں اگلے برس پھول کھلنے سے پہلے ہی آ جاؤں گا

گرم کپڑوں کا صندوق مت کھولنا ورنہ یادوں کی کافور جیسی مہک
خون میں آگ بن کر اتر جائے گی صبح تک یہ مکان خاک ہو جائے گا

لان میں ایک بھی بیل ایسی نہیں جو دیہاتی پرندے کے پر باندھے
جنگلی آم کی جان یو امہک جب بلائے گی واپس چلا جائے گا

دبا تھا پھول کوئی میز پوش کے نیچے
گرج رہی تھی بہت پیچوان کی خوشبو

عجیب وقار تھا سُوکھے سنہرے بالوں میں
اداسیوں کی چمک زرد لان کی خوشبو

وہ عطر دان سا ہلچہ مرے بزرگوں کا
رچی بسی ہوئی اُردو زبان کی خوشبو

خدا کا شکر ہے میرے جوان بیٹے کے
بدن سے آنے لگی زعفران کی خوشبو

عمارتوں کی بلندی پر کوئی موسم کیا
کہاں سے آگئی کچھ مکان کی خوشبو

گلوں پر نہ لکھتی ہوئی لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ
پہاڑیوں سے اترتی اذان کی خوشبو

میرے بچپن کے مندر کی وہ مورتی دھوپ کے آسمان پر کھڑی تھی مگر
ایک دن جب مراقبہ مکمل ہوا اس کا سارا بدن برف میں دھنس گیا

ان گنت کالے کالے پندوں کے پڑوٹ کر زرد بانی کو ڈھکنے لگے
ناخنہ دھوپ کے پل پر بیٹھی رہی رات کا بات چپ چاپ بڑھتا گیا

○

منوار نوک پلک ابروؤں میں خم کر دے
گرے پڑے ہوئے لفظوں کو محترم کر دے

غرور اس پر بہت بجا ہے مگر کہہ دو
اسی میں اس کا بھلا ہے غرور کم کر دے

یہاں لباس کی قیمت ہے آدمی کی نہیں
مجھے گلاس بڑے دے شراب کم کر دے



اردو کتب خانہ

URDUKUTABKHANAPK.BLOGSPOT

چمکنے والی ہے تحریر میری قسمت کی
کوئی چراغ کی لو کو ذرا سا کم کر دے

کسی نے چوم کے آنکھوں کو یہ دُعا دی تھی
زمین تیری خدا موتیوں سے نم کر دے



اندھیرے راستوں میں یوں تری آنکھیں چمکتی ہیں
خدا کی برکتیں جیسے پہاڑوں پر اترتی ہیں

بجٹ کرنے والے جب کبھی آنسو بہاتے ہیں
دلوں کے آئینے دھوئی ہوئی پلکیں سنورتی ہیں

دھواں سی بدلیوں کو دیکھ کر اکشر وہ کہتی تھی
ہمیشہ چاندنی میں بے وفا رو جیس بھٹکتی ہیں

ہماری زندگی میں بھول بن کر کوئی آیا تھا
اسی کی یاد میں اب تک یہ تحریریں مہکتی ہیں

مجھے لگتا ہے دل کھنچ کر چلا آتا ہے ہاتھوں پر
تجھے نکھوں تو میری انگلیاں ایسی دھڑکتی ہیں



اُداس آنکھوں سے آنسو نہیں نکلتے ہیں
یہ موتیوں کی طرح پسینوں میں پلتے ہیں

گئے دھوئیں میں فرشتے بھی آنکھ ملتے ہیں
تمام رات کھجوروں کے پیڑ چلتے ہیں

میں شاہ راہ نہیں راستے کا پتھر ہوں
یہاں سوار بھی پیدل اُتر کے چلتے ہیں

انہیں کبھی نہ بتانا میں اُن کی آنکھوں میں
وہ لوگ پھول سمجھ کر مجھے مسلتے ہیں

کئی ستاروں کو میں جانتا ہوں بچپن سے
کہیں بھی جاؤں مرے ساتھ ساتھ چلتے ہیں

یہ ایک پیڑ ہے اس سے مل کے روئیں ہم
یہاں سے ترے مرے راستے بدلتے ہیں



ہونٹوں پر محبت کے فسانے نہیں آتے
ساحل پر سمندر کے خزانے نہیں آتے

پلیس بھی چمک اٹھتی ہیں سونے میں ہماری
آنکھوں کو ابھی خواب چھپانے نہیں آتے

دل اُجڑی ہوئی ایک سرائے کی طرح ہے
اب لوگ یہاں رات جگانے نہیں آتے

یادونے موسم نے یہ احسان کئے ہیں
اب یاد مجھے درد پرانے نہیں آتے

اڑنے دو پرندوں کو ابھی شوح ہوا میں
پھر لوٹ کے بچپن کے زمانے نہیں آتے

اس شہر کے بادل تری زلفوں کی طرح ہیں
یہ آگ لگاتے ہیں بجھانے نہیں آتے

احباب بھی غیروں کی ادا سیکھ گئے ہیں
آتے ہیں مگر دل کو دکھانے نہیں آتے



دوسروں کو ہماری سزا میں نہ دے
چاندنی رات کو بددعا میں نہ دے

پھول سے عاشقی کا ہنر سیکھ لے
تتلیاں خود رکھیں گی صدا میں نہ دے

سب گناہوں کا اقرار کرنے لگیں
اس قدر خوب صورت سزا میں نہ دے

میں درختوں کی صف کا بھکاری نہیں
بے وفا موسموں کی قبائیں نہ دے

موتیوں کو چھپا سیپیوں کی طرح
بے وفاؤں کو اپنی دفائیں نہ دے

میں بکھر جاؤں گا آنسوؤں کی طرح
اس قدر پیار سے بددعائیں نہ دے



میر پر سایہ سادست دُعا یاد ہے
اپنے آنگن میں اک پڑ تھا، یاد ہے

جس میں اپنی پرندوں سے تشبیہ تھی
تم کو اسکول کی دہ دُعا یاد ہے

ایسا لگتا ہے ہر امتحان کے لئے
زندگی کو ہمارا پتہ یاد ہے

میکدے میں اذان سُن کے رویا بہت
اس شرابی کو دل سے خدا یاد ہے

میں پُرانی حویلی کا پردہ مجھے
کچھ کہا یاد ہے، کچھ سُنا یاد ہے



پتھر کے جگر والو، غم میں وہ روانی ہے
خود راہ بنائے گا، بہتا ہوا پانی ہے

پھولوں میں غزل رکھنا یہ رات کی رانی ہے
اس میں تری زلفوں کی بے ربط کہانی ہے

اک ذہن پریشان میں وہ پھول سا چہرہ ہے
پتھر کی حفاظت میں شیشے کی جوانی ہے

کیوں چاندنی راتوں میں دریا پہ نہاتے ہو
سوئے ہوئے پانی میں کیا آگ لگانی ہے

اس حوصلہ دل پر ہم نے بھی کفن پہنا
ہنس کر کوئی پوچھے گا کیا جان گنوائی ہے

رونے کا اثر دل پر رہ رہ کے بدلتا ہے
آنسو کبھی شیشہ ہے، آنسو کبھی پانی ہے

یہ شبنمی لہجہ ہے، آہستہ غزل پڑھنا
تتلی کی کہانی ہے، پھولوں کی زبانی ہے

مکراتی ہوئی دھنک ہے وہی
اس بدن میں چمک دک ہے وہی

پھول کھلا گئے اُجالوں کے
سانولی شام میں نمک ہے وہی

اب بھی چہرہ چراغ لگتا ہے
بُجھ گیا ہے مگر چمک ہے وہی

وہ سراپا دیئے کی لوجیسا
میں ہوا ہوں ادھر پک ہے وہی

کوئی شیشہ ضرور ٹوٹا ہے
گنگنا تی ہوئی کھنک ہے وہی

پیار کس کا بلا ہے بیٹی میں
اس چنبیلی تلے مہک ہے وہی



دعا کرو کہ یہ پلودا سدا ہرا ہی لگے
ادا سیوں میں بھی چہرہ کھلا کھلا ہی لگے

عجیب شخص ہے ناراض ہو کے ہنستا ہے
میں چاہتا ہوں خفا ہو تو وہ خفا ہی لگے

دہ زعفرانی پلوور اسی کا حصہ ہے
کوئی جو دوسرا پہنے تو دوسرا ہی لگے

نہیں ہے میرے مقدر میں دشمنی نہ ہی
یہ کھڑکی کھولو ذرا صبح کی ہوا ہی لگے



موقوف سب باتوں میں سب کرم خیالوں میں
بس ذرا دفا کم ہے تیرے شہر والوں میں

پہلی بار نظروں نے چاند بولتے دیکھا
ہم جواب کیا دیتے کھو گئے سوالوں میں

رات تیری یادوں نے دل کو اس طرح چھڑا
جیسے کوئی چٹکی لے نرم نرم گالوں میں

یوں کسی کی آنکھوں میں صبح تک ابھی تھے ہم
جس طرح رہے شبنم پھول کے پیالوں میں

میری آنکھ کے تلے اب نہ دیکھ پاؤ گے
رات کے مسافر تھے کھو گئے اُجالوں میں



وہ مہکتی پلکوں کی اوٹ سے کوئی تارا چمکا تھا رات میں
مری بند مٹھی نہ کھولے وہی کوہِ نور ہے ہات میں

میں تمام تارے اٹھا اٹھا کے غریب لوگوں میں بانٹ دوں
کبھی ایک رات وہ آسمان کا نظام دیں مرے بات میں

ابھی شام تک مرے باغ میں کہیں کوئی پھول کھلا نہ تھا
مجھے خوشبوؤں میں بسا گیا ترا پیارا ایک ہی رات میں

ترے ساتھ اتنے بہت سے دن تو پک جھپکتے گزر گئے
ہوئی شام کھیل ہی کھیل میں کئی رات بات ہی بات میں

کوئی عشق ہے کراکیلا ریت کی شال اوڑھ کے چل دیا
کبھی بال بچوں کے ساتھ آ، یہ پڑاؤ لگتا ہے رات میں

کبھی سات رنگوں کا پھول ہوں کبھی دھوپ ہوں کبھی دھول
میں تمام کپڑے بدل چکا ترے موسموں کی برات میں



ابھی اس طرف نہ نگاہ کر میں نہ زل کی پلکیں سنوار لوں
مرا لفظ لفظ ہو آئینہ تجھے آئینے میں انار لوں

میں تمام دن کا تھکا ہوا تو تمام شب کا جگا ہوا
ذرا ٹھہر جا اسی موڑ پر تیرے ساتھ شام گزار لوں

اگر آسماں کی نمائشوں میں مجھے بھی اذن قیام ہو
تو میں موتیوں کی دکان سے تری بالیاں ترے بار لوں

کہیں اور بانٹ دے شہر میں کہیں اور بچھڑے عزتیں
میرے پاس ہے مرا آئینہ میں کبھی نہ گرد و غبار لوں

کئی اجنبی تیری راہ میں مے پاس سے یوں گزر گئے
جنہیں دیکھ کر یہ تڑپ ہوئی ترا نام لے کے پکار لوں



کبھی یوں بھی آ مری آنکھ میں کہ مری نظر کو خبر نہ ہو
مجھے ایک رات نواز دے مگر اس کے بعد سحر نہ ہو

وہ بڑا رحیم و کریم ہے مجھے یہ صفت بھی عطا کرے
تجھے جھوٹے کی دعا کروں تو مری دعا میں اثر نہ ہو

مرے بازوؤں میں تھکی تھکی ابھی مجھ کو خواب ہے چاندنی
نہ اٹھے ستاروں کی پاکی ابھی آہٹوں کا گزر نہ ہو

یہ غزل کہ جیسے ہرن کی آنکھ میں پھلی رات کی چاندنی
نہ بجے خرابے کی روشنی کبھی بے چراغ یہ گھر نہ ہو

کبھی دن کی دُھوپ میں جھوم کے کبھی شب کے پھول کو چوم کے
یوں ہی ساتھ ساتھ چلیں سدا کبھی ختم اپنا سفر نہ ہو



سوئے کہاں تھے آنکھوں نے تیجے بھگوئے تھے
ہم بھی کبھی کسی کے لئے خوب روئے تھے

انگنائی میں کھڑے ہوئے بیری کے پڑے
وہ لوگ چلتے وقت گلے مل کے روئے تھے

ہر سال زرد پھولوں کا اک قافلہ رکا
اس نے جہاں پہ دُھول اٹے پاؤں دھوئے تھے

اس کی آنکھوں کا سادہ برسنے لگا
بادلوں میں پرندہ گھرا دیکھ کر

شام گہری ہوئی اور گھر دُور ہے
پھول سو جائیں گے راستہ دیکھ کر

پھول سی انگلیاں کنگھیاں بن گئیں
اُنچے بالوں سے ماتھا ڈھکا دیکھ کر

اس حادثے سے میرا تعلق نہیں کوئی
میلے میں ایک سال کئی بچے کھوئے تھے

آنکھوں کی کشتیوں میں سفر کر رہے ہیں وہ
جن دوستوں نے دل کے سینے ڈبوئے تھے

کل رات میں تھا میرے علاوہ کوئی نہ تھا
شیطان مر گیا تھا فرشتے بھی سوئے تھے

پریشان ہوں تم بھی، پریشان ہوں میں بھی
چلو میکرے میں وہیں بات ہوگی

چراغوں کی لوسے ستاروں کی ضوت تک
تمہیں میں ملوں گا جہاں رات ہوگی

جہاں وادیوں میں نئے پھول آئے
ہماری تمہاری ملاقات ہوگی

صداؤں کو الفاظ ملنے نہ پائیں
نہ بادل گھریں گے نہ برسات ہوگی

مسافر ہیں ہم بھی ہمسافر ہوں تم بھی
کسی موڑ پر پھر ملاقات ہوگی

راہوں میں کون آیا گیا کچھ مہلت نہیں
اس کو تلاش کرتے رہے جو بلا نہیں

بے آس کھڑکیاں ہیں ستارے اداس ہیں
آنکھوں میں آج نیند کا کوسوں پتہ نہیں

میں چپ رہا تو اور غلط فہمیاں بڑھیں
وہ بھی سنا ہے اس نے جو میں نے کہا نہیں

دل میں اسی طرح سے ہے بچپن کی ایک یاد
شاید ابھی کلی کو ہوا نے چھوٹا نہیں

چہرے پہ آنسوؤں نے لکھی ہیں کہانیاں
آئینہ دیکھنے کا مجھے حوصلہ نہیں



دہ غزل دالوں کا اسلوب سمجھتے ہوں گے
چاند کہتے ہیں کسے خوب سمجھتے ہوں گے

اتنی ملتی ہے مری غزلوں سے صورت تیری
لوگ تجھ کو مرا محبوب سمجھتے ہوں گے

میں سمجھتا تھا مجرت کی زباں خوشبو ہے
پھول سے لوگ اسے خوب سمجھتے ہوں گے

دیکھ کر پھول کے اوراق پہ شبنم کچ لوگ
تراشکوں بھرا مکتوب سمجھتے ہوں گے

بھول کر اپنا زمانہ، یہ زمانے والے
آج کے پیار کو مبعوض سمجھتے ہوں گے



تم ابھی شہر میں کیا نئے آئے ہو
رک گئے راہ میں حادثہ دیکھ کر

تم جنہیں پھول سمجھے ہوا نکھیں نہ ہوں
پاؤں رکھنا زمین پر ذرا دیکھ کر

پھر دیئے رکھ گئیں تری پر جھابا،
آج دروازہ دل کا کھلا دھ

میکدہ ، رات غم کا گھر نکلا
دل ، خویلی تلے کھنڈر نکلا

میں اسے ڈھونڈتا تھا آنکھوں میں
پھول بن کر وہ شاخ پر نکلا

کس کے سائے میں سر چھپاؤ گے
وہ شجر ، دھوپ کا شجر نکلا

کہاں آنسوؤں کی یہ سوغات ہوگی
نئے لوگ ہوں گے نئی بات ہوگی

میں ہر حال میں مسکراتا رہوں گا
تمہاری محبت اگر ساتھ ہوگی

چراغوں کو آنکھوں میں محفوظ رکھنا
بڑی دور تک رات ہی رات ہوگی

اس کا آنچل بھی کوئی بادل تھا
وہ ہواؤں کا بمبھر نکلا

کوئی کاغذ نہ تھا نفاغے میں
صرف تتلی کا ایک پر نکلا

جب سے جانا کہ وہ بہادر ہیں
دل سے کچھ دشمنوں کا ڈر نکلا

زندگی اک فقیر کی چادر
جب ڈھکے پاؤں ہم نے سر نکلا

ہمارا دل سویرے کا سنہرا جام ہو جائے
چراغوں کی طرح آنکھیں جلیں جب شام ہو جائے

کبھی تو آسماں سے چاند اترے جام ہو جائے
تمہارے نام کی اک خوب صورت شام ہو جائے

عجب حالات تھے یوں دل کا سودا ہو گیا آخر
محبت کی حویلی جس طرح نیلام ہو جائے

سمندر کے سفر میں اس طرح آواز دے ہم کو
ہو ایسے تیز ہوں اور کشتیوں میں شام ہو جائے

مجھے معلوم ہے اس کا ٹھکانہ پھر کہاں ہوگا
پرندہ آسمان چھونے میں جب ناکام ہو جائے

اُجائے اپنی یادوں کے ہمارے ساتھ بہنے دو
نہ جانے کس گلی میں زندگی کی شام ہو جائے



بے وفا راستے بدلتے ہیں
ہم سفر کا قند ساتھ چلتے ہیں

کس کے آنسو چھپے ہیں پھولوں میں
چومتا ہوں تو ہونٹ جلتے ہیں

اس کی آنکھوں کو غور سے دیکھو
مندردل میں چراغ جلتے ہیں

دل میں رہ کر نظر نہیں آتے
ایسے کانٹے کہاں نکلتے ہیں

اک دیوار وہ بھی شیشے کی
دد بدن پاس پاس جلتے ہیں

وہ ستارے مرے ستارے ہیں
جو مہسری دھوپ میں نکلتے ہیں

کاپنج کے ، موتیوں کے ، آنسو کے
سب کھلونے غزل میں ڈھلتے ہیں



اسے فن نہیں پردہ فن کہو
غزل کو چہرا غنوں کی چلمن کہو

انہیں میں سنورتے رہو عمر بھر
سدا میری آنکھوں کو درپن کہو!

وہ جب چاہے سر سبز کر دے مجھے
مرے واسطے اس کو سادون کہو

قدم چاند سے میرے دل پر رکھو
اسے بھی کبھی گھر کا آنگن کہو

جواں ہو کے مل جائیں گے خاک میں
گلوں کو شہیدوں کا بچپن کہو

کئی باغ ہیں اس زمیں کے تلے
مرے دل کو یادوں کا مدفن کہو

ستاروں کے دھتے کھلا آسماں
اسے بھی شہابی کا دامن کہو



خدا ہم کو ایسی خدائی نہ دے
کہ اپنے سوا کچھ دکھائی نہ دے

خطا وار سمجھ گئی دنیا تجھے
اب اتنی زیادہ صفائی نہ دے

ہنسو آج اتنا کہ اس شور میں
صداسکیوں کی سنائی نہ دے

غلامی کی برکت سمجھنے لگیں
امیروں کو ایسی رہائی نہ دے

خدا ایسے احساس کا نام ہے
رہے سامنے اور دکھائی نہ دے



شام کے پیر کی سرسٹی شاخ پر پتیوں میں چھپا کوئی جگنو بھی ہے
سا حلوں پر پڑی سپیوں میں کہیں جھلملاتا ہوا ایک آنسو بھی ہے

آندھیاں راکھ کے ڈھیر بنتی گئیں، چمکیں چنگاریاں کونیلوں کی طرح
ان دنوں زندگی پھر جلائے لئے صبح عارض بھی ہے شام گیسو بھی ہے

اس پہاڑی علاقے میں اک گاؤں کے موڑ پر آتی جاتی بسوں کے لئے
دو درختوں کی مشفق گھٹی چھاؤں میں گرم چائے کی مانوس خوشبو بھی ہے

ان نہاتے پرندوں کے ہمراہ اب میں بھی آکاش سرراٹھا لاؤں گا
ندیوں میں نہا کر تھکن دھل گئی کچھ درختوں کی بانہوں کا بادو بھی ہے

میرے دشمن میری جستجو میں ابھی اس کیس گاہ کو آگ دکھلائیں گے
اب یہ بہتر ہے میں خود ہی آگے بڑھوں جھاڑیوں میں یہاں ایک آہ



مسافر کے رستے بدلتے رہے
مقدّر میں چلنا تھا چلتے رہے

مرے راستوں میں اُجالا رہا
دیئے اس کی آنکھوں میں جلتے رہے

کوئی پھول سا ہاتھ کا ندھے پر تھا
مرے پاؤں شعلوں پہ جلتے رہے

سنا ہے انہیں بھی ہوا لگ گئی
ہواؤں کے جو رخ بدلتے رہے

وہ کیا تھا جسے ہم نے ٹھکرا دیا
مگر عمر بھر ہاتھ ملتے رہے

محبت، عداوت، وفا، بے رخی
کرائے کے گھر تھے بدلتے رہے

پلٹ کر چہرا غول سے وہ سو گئے
جو پھولوں پہ کروٹ بدلتے رہے



سراہ کچھ بھی کہا نہیں کبھی اُس کے گھر میں گیا نہیں
میں جہنم جہنم سے اسی کا ہوں اسے آج تک یہ تپہ نہیں

اُسے پاک نظروں سے چوڑنا بھی عبادتوں میں شمار ہے
کوئی پھول لاکھ قریب ہو کبھی میں نے اس کو چھوا نہیں

یہ خدا کی دین عجیب ہے کہ اسی کا نام نصیب
جسے تو نے چاہا وہ مل گیا جسے میں نے چاہا ملا نہیں

اسی شہر میں کئی سال سے مے کچھ قریبی عزیز ہیں
انہیں میری کوئی خبر نہیں مجھے ان کا کوئی پتہ نہیں



یہ چہرہ بے نظریہ ہے یہ ستارہ بے زباں ہے
ابھی تجھ سے ملتا جلتا کوئی دوسرا کہاں ہے

وہی شخص جس پر اپنے دل و جاں نثار کردوں
وہ اگر خفا نہیں ہے تو ضرور بدگماں ہے

کبھی پا کے تجھ کو کھونا، کبھی کھوکے تجھ کو پانا
یہ جہنم جہنم کا رشتہ ترے میرے درمیان نہیں ہے

مرے ساتھ چلنے والے تھے کیا ملا سفر میں
وہی دکھ بھری زمیں ہے وہی غم کا آسماں ہے

میں اسی گماں میں برسوں بڑا مطمئن رہا ہوں
ترا جسم بے تغیر، مرا پیا رجا وداں ہے

انہیں راستوں نے جن پر کبھی تم تھے ساتھ میرے
مجھے روک روک پوچھا ترا ہمسفر کہاں ہے



اُداسی کا یہ چھرا آسٹوڈں سے نم نہیں ہوتا
ہزاروں جگنوڈں سے بھی اندھیرا کم نہیں ہوتا

کبھی برسات میں شاداب بیاہیں سوکھ جاتی ہیں
ہرے پیڑوں کے گرنے سے کوئی موسم نہیں ہوتا

بہت سے لوگ دل کو اس طرح محفوظ رکھتے ہیں
کوئی بارش ہو یہ کاغذ ذرا بھی نم نہیں ہوتا

پھر تے وقت کوئی بدگمانی دل میں آجاتی
اسے بھی غم نہیں ہوتا، مجھے بھی غم نہیں ہوتا

یہ آنسو ہیں، انہیں پھولوں میں شبنم کی طرح رکھنا
غزل احساس ہے احساس کا ماتم نہیں ہوتا



اب کسے چاہیں کسے ڈھونڈھا کریں
وہ بھی آخر مل گیا اب کیا کریں

ہلکی ہلکی بارشیں ہوتی رہیں
ہم بھی پھولوں کی طرح بھیگا کریں

آنکھ موندے اس گلابی دھوپ میں
دیر تک بیٹھے اسے سوچا کریں

دلِ محبت دینِ دنیا شاعری
ہر دریچے سے تجھے دیکھا کریں

گھر نیا کپڑے نئے برتن نئے
ان پرانے کاغذوں کا کیا کریں



اُداسی کے چہرے پڑھامت کرو
غزل آئینوں سے لکھامت کرو

بہر حال یہ آگ ہی آگ ہیں
چراغوں کو ایسے چھوامت کرو

دُعا، آنسوؤں میں کھلا بھول ہے
کسی کے لئے بدعا مت کرو

تہیں لوگ کہنے لگیں بے وفا
زمانے سے اتنی وفات کرو

اگر واقعی تم پریشان ہو
کسی اور سے تذکرہ مت کرو

خدا کے لئے چاندنی رات میں
اکیلے اکیلے پھرا مت کرو

اسس ہوگی نہ آسرا ہوگا
آنے والے دنوں میں کیا ہوگا

میں تجھے بھول جاؤں گا اک دن
وقت سب کچھ بدل چکا ہوگا

نام ہم نے لکھا تھا آنکھوں میں
آنسوؤں نے مٹا دیا ہوگا

کتنا دشوار تھا سفر اس کا
وہ سرِ شام سو گیا ہوگا

پت جھڑوں کی کہانیاں پڑھنا
سارا منتظر کتاب سا ہوگا

آسمان بھر گیا پرندوں سے
پیڑ کوئی ہرا گرا ہوگا



بھینگی ہوئی آنکھوں کا یہ منظر نہ ملے گا
گھر چھوڑ کے مت جاؤ کہیں گھر نہ ملے گا

پھر یاد بہت آئے گی زلفوں کی گھنی شام
جب دھوپ میں سایہ کوئی سر پر نہ ملے گا

آنسو کو کبھی اداس کا قطرہ نہ سمجھنا
ایسا تمہیں چاہت کا سمندر نہ ملے گا

اس خواب کے ماحول میں بے خواب ہیں آنکھیں
جب نیند بہت آئے گی بستر نہ ملے گا

یہ سوچ لو اب آخری سایہ ہے محبت
اس در سے اٹھو گے تو کوئی در نہ ملے گا



بڑے تاجروں کی ستائی ہوئی
یہ دُنیا دُہن ہے جلائی ہوئی

بھری دوپہر کا کھلا پھول ہے
پسینے میں لڑکی نہائی ہوئی

کرن پھول کی پتیوں میں دبی
بہنسی اس کے ہونٹوں پہ آئی ہوئی

دہ چہرہ کتانی رہا سامنے
بڑی خوب صورت پڑھائی ہوئی

خوشی ہم غریبوں کی کیا ہے میاں
مزاروں پہ چادر چڑھائی ہوئی

اُداسی بکھی ہے بڑی دُور تک
بہاروں کی بیٹی پرانی ہوئی



میرا اس سے وعدہ تھا گھر رہنے کا
اپنی چھت کے نیچے دکھ سکھ رہنے کا

بارش بارش کچی قبر کا گھٹنا ہے
جان لیوا احساس اکیلے رہنے کا

اب کے آنسو آنکھوں سے دل میں اُترے
رُخ بدلا دریا نے کیا بہنے کا

ہجر وصال کے سارے قصے جھوٹے ہیں
حق، ملتا ہے کس کو اپنا کہنے کا

جگ جگ جگ ہیرے جیسی آنکھوں میں
ایک عجیب غبار حویلی ڈھننے کا



مجھ سے بچھڑ کے خوش رہتے ہو
میری طرح تم بھی جھوٹے ہو

اک دیوار پہ چاند لگا تھا
میں یہ سمجھا تم بیٹھے ہو

اُجلے اُجلے پھول کھلے تھے
بالکل جیسے تم ہنستے ہو

مجھے شام بتا دیتی ہے
تم کیسے کپڑے پہنے ہو

دل کا حال پرٹھا چہرے سے
ساحل سے لہریں گنتے ہو

تم تنہا دُنیا سے لڑو گے
بچوں سی باتیں کرتے ہو



شبِ نیم کے آنسو پھول پر یہ تو وہی قصہ ہوا
آنکھیں مری بھیگی ہوئی چہرہ ترا اتر ہوا

اب ان دنوں میری غزلِ خوشبو کی اک تصویر ہے
ہر لفظ غنچے کی طرح کھل کر ترا چہرہ ہوا

شاید اسے بھی لے گئے اچھے دنوں کے قافلے
اس باغ میں اک پھول تھا تری طرح ہنستا ہوا

ہر چیز ہے بازار میں اس ہاتھ دے اس ہاتھ لے
عزت گئی شہرت ملی رسوا ہوئے چرچا ہوا

مندر گئے مسجد گئے پیروں فقیروں سے ملے
اک اس کو پانے کے لئے کیا کیا کیا ، کیا کیا ہوا

انمول موتی پیار کے دنیا چرا کر لے گئی
دل کی حویلی کا کوئی دروازہ تھا ٹوٹا ہوا

برسات میں دیوار و در کی ساری تحریریں مٹیں
دھویا بہت مٹتا نہیں تقدیر کا لکھا ہوا



چرواہا۔ بھیڑوں کو لے کر گھر گھر آیا رات ہوئی
تو پنچھی ، دل تیرا پنجرہ ، پنجرے میں جارات ہوئی

کوئی ہمیں ہاتھوں پہ اٹھا کر ستر میں رکھ دینا ہے
دنیا والے یہ کہتے ہیں سورج ڈوب رات ہوئی

شہر مکاں۔ دکانوں والے سب پردے کرنوں نے لپیٹے
ختم ہوا سب کھیل تماشہ جا اب گھر جارات ہوئی

سرخ سنہرا صافہ باندھے شہزادہ گھوڑے سے اُترا
کالے غار سے کمبل اڈھے جوگی نکلا رات ہوئی

شام کے سائے زنداں کی دیواریں اونچی گرنے لگے
پھول سا دل لوہے کے نیچے میں پھرا یا رات ہوئی

کس کی خاطر دھوپ کے گجرے ان شاخوں نے پہنچے تھے
جنگل جنگل روئے میرا کوئی نہ آیا، رات ہوئی



اس کی چاہت کی چاندنی ہوگی
خوب صورت سی زندگی ہوگی

اک لڑکی بہت سے پھول لئے
دل کی دہلیز پہ کھڑی ہوگی

چاہے جتنے چراغ گل کر دو
اس ٹکڑے میں تو روشنی ہوگی

نہند تر سے گی میری آنکھوں کو
جب بھی خوابوں سے درستی ہوگی

ہم بہت دُور تھے مگر تم نے
دل کی آواز تو سُنی ہوگی

سوچتا ہوں کہ وہ کہاں ہوگا
کس کے آنگن میں چاندنی ہوگی



ساتھ چلتے جا رہے ہیں پاس آسکتے نہیں
اک ندی کے دو کناروں کو ملا سکتے نہیں

دینے والے نے دیا سب کچھ عجب انداز سے
سامنے دُنیا پڑی ہے اور اٹھا سکتے نہیں

اس کی بھی مجبوریاں ہیں میری بھی مجبوریاں
روز ملتے ہیں مگر گھر میں بتا سکتے نہیں

کس نے کس کا نام اینٹوں پر لکھا ہے خون سے
استہاروں سے یہ دیواریں چھپا سکتے نہیں

راز جب سینے سے باہر ہو گیا اپنا کہاں
ریت پر بکھرے ہوئے آنسو اٹھا سکتے نہیں

آدمی کیا ہے گذرتے وقت کی تصویر ہے
جاننے والے کو صدا دے کر بلا سکتے نہیں

شہر میں رہتے ہوئے ہم کو زمانہ ہو گیا
کون رہتا ہے کہاں کچھ بھی بنا سکتے نہیں

اُس کی یادوں سے مہکنے لگتا ہے سارا بدن
پیار کی خوشبو کو سینے میں چھپا سکتے نہیں

پتھروں کے برتنوں میں آنسوؤں کو کیا رکھیں
پھول کو نفلوں کے گملوں میں کھلا سکتے نہیں

شعر میرے کہاں تھے کسی کے لئے
میں نے سب کچھ لکھا ہے تہاے لئے

اپنے دکھ سکھ بہت خوبصورت ہے
ہم جئے بھی تو اک دوسرے کے لئے

ہمسفر نے میرا ساتھ چھوڑا نہیں
اپنے آنسو دیئے راتے کے لئے

اس حویلی میں اب کوئی رہتا نہیں
چاند نکلا کسے دیکھنے کے لئے

زندگی اور میں دو انگ تو نہیں
میں نے سب پھول کانٹے اسی سے لئے

شہر میں اب مرا کوئی دشمن نہیں
سب کو اپنا لیا میں نے تیرے لئے

ذہن میں تتلیاں اڑ رہی ہیں بہت
کوئی دھاگہ نہیں باندھنے کے لئے

ایک تصویر غزلوں میں ایسی بنی
اگلے پچھلے زمانوں کے چہرے لئے

سیاہیوں کے بنے حرف حرف دھوتے ہیں
یہ لوگ رات میں کاغذ کہاں بھگوتے ہیں

کسی کی راہ میں دہلیز پر دیئے نہ رکھو
کواڑ سوکھی ہوئی لکڑیوں کے ہوتے ہیں

چراغ پانی میں موجوں سے پوچھتے ہوں گے
وہ کون لوگ ہیں جو کشتیاں ڈبوتے ہیں

انہیں میں کھیلنے آتی ہیں بے ریا رو میں
وہ گھر جو لال ، ہری دفتیوں کے ہوتے ہیں

قدیم قصوں میں کیسا سکون ہوتا ہے
تھکے تھکائے ہمارے بزرگ سوتے ہیں

چمکتی ہے کہیں صدیوں میں آنسوؤں سے زمیں
غزل کے شعر کہاں روز روز ہوتے ہیں



میرے دل کی راکھ کرید مت اسے مسکرا کے ہوا نڈے
یہ چراغ پھر بھی چراغ ہے کہیں نیرا ہاتھ بلانڈے

نئے دور کے نئے خواب ہیں نئے موسموں کے گلاب ہیں
یہ محبتوں کے چراغ ہیں انہیں نفرتوں کی ہوا نڈے

ذرا دیکھ چاند کی پتیوں نے بکھر بکھر کے تمام شب
ترا نام لکھا ہے ریت پر کوئی لہر آ کے مٹانڈے

میں ادا سبیاں نہ سجا سکوں کبھی جسم و جاں کے مزار پر
نہ دیئے جلیں مری آنکھ میں مجھے اتنی سخت سزا نہ دے

مسرے ساتھ چلنے کے شوق میں بڑی دھوپ سر پڑھا بیگا
ترا نامک نقشہ ہے موم کا کہیں غم کی آگ گھلا نہ دے

میں غزل کی شبنمی آنکھ سے یہ دکھوں کے پھول چنا کروں
میری سلطنت مہرا فن ہے مجھے تاج و تخت نہ دے



مُسکراتی ہوئی دھنک ہے وہی
اس بدن میں چمک دک ہے وہی

پھول مڑجھا گئے اُجالیوں کے
سانولی شام میں نمک ہے وہی

اب بھی چہرہ چراغ لگتا ہے
بجھ گیا ہے مگر چمک ہے وہی

وہ سراپا دیئے کی لو جیسا
میں ہوا ہوں ادھر پک ہے وہی

کوئی شیشہ ضرور ٹوٹا ہے
گنگنائی ہوئی کھنک ہے وہی

پیار کس کا ملا ہے مٹی میں
اس چنبیلی تلے مہک ہے وہی



کبھی یوں ملیں کوئی مصلحت کوئی خوف دل میں ذرا نہ ہو
مجھے اپنی کوئی خبر نہ ہو، تجھے اپنا کوئی پتہ نہ ہو

کبھی دھوپ دے کبھی بدلیاں دل و جاں سے دونوں قبول ہیں
مگر اس محل میں نہ قید کر جہاں زندگی کی ہوا نہ ہو

وہ ہزار باغوں کا باغ ہو تری برکتوں کی بہار سے
جہاں کوئی شاخ ہری نہ ہو جہاں کوئی پھول کھلا نہ ہو

ترے اختیار میں کیا نہیں مجھے اس طرح سے نواز دے
یوں دعائیں میری قبول ہوں مے لب پہ کوئی دُعا نہ ہو

کبھی ہم بھی اس کے قریب تھے دل و جاں بڑھ کے عزیز تھے
مگر آج ایسے ملا ہے وہ کبھی پہلے جیسے ملا نہ ہو





سر سے پاتک وہ گلابوں کا شجر لگتا ہے
باد صحر ہو کے بھی چھوٹے ہوئے ڈر لگتا ہے

میں ترے ساتھ ستاروں سے گزر سکتا ہوں
کتنا آساں محبت کا سفر لگتا ہے

مجھ میں رہتا ہے کوئی دشمن جانی میرا
خود سے تنہائی میں ملے ہوئے ڈر لگتا ہے

بُرت بھی رکھے ہیں، نمازیں بھی ادا ہوتی ہیں
دل مرا دل نہیں، اللہ کا گھر لگتا ہے

زندگی تو نے مجھے قبر سے کم دی ہے زیں
پاؤں پھیلاؤں تو دیوار میں سر لگتا ہے



مجتوں میں دکھاوے کی دوستی نہ ملا
اگر گلے نہیں ملتا تو ہاتھ بھی نہ ملا

گھروں پر نام تھے ناموں کے ساتھ عہدے تھے
بہت تلاش کیا کوئی آدمی نہ ملا

تمام رشتوں کو میں گھر پہ چھوڑ آیا تھا
پھر اس کے بعد مجھے کوئی اجنبی نہ ملا

خدا کی اتنی بڑی کائنات میں میں نے
بس ایک شخص کو مانگا مجھے وہی ملا

بہت عجیب ہے یہ قربتوں کی دُوری بھی
وہ میرے ساتھ رہا اور مجھے کبھی نہ ملا



لوگ ٹوٹ جاتے ہیں ایک گھر بنانے میں
تم ترس نہیں کھاتے بستیاں جلانے میں

اور جام ٹوٹیں گے اس شراب خانے میں
ہوسموں کے آنے میں موسموں کے جانے میں

ہر دھڑکتے پتھر کو لوگ دل سمجھتے ہیں
عمریں بیت جاتی ہیں دل کو دل بنانے میں

فاختہ کی مجبوری یہ بھی کہہ نہیں سکتی
کون سانپ رکھتا ہے اس کے آشیانے میں

دوسری کوئی لڑکی زندگی میں آئے گی
کتنی دیر مگتی ہے اس کو بھول جانے میں



وہ انتظار کی چوکھٹ پہ سو گیا ہوگا
کسی سے وقت تو پرچیں کہ کیا بچا ہوگا

میں سنس رہا ہوں یطیفوں کی شعری عفل میں
وہ میری آنکھوں سے اس وقت دور رہا ہوگا

یہ پتھروں کی طرح کیوں اُداس رہتا ہے
مجھے یقین ہے دل اس کا آئینہ ہوگا

میں اس خیال سے اُس کے قریب آیا تھا
کہ دوسروں کی طرح وہ بھی بے وفا ہوگا



اگر یقین نہیں آتا تو آزمائے مجھے
وہ آئینہ ہے تو پھر آئینہ دکھائے مجھے

عجب چراغ ہوں دن رات جلتا رہتا ہوں
میں تھک گیا ہوں ہو اسے کہو بھائے مجھے

میں جس کی آنکھ کا آنسو تھا اس نے قدر نہ کی
بکھر گیا ہوں تو اب ریت سے اٹھائے مجھے

بہت دنوں سے میں ان پتھروں میں پتھر ہوں
کوئی تو آئے ذرا دیر کو رولائے مجھے

میں چاہتا ہوں کہ تم ہی مجھے اجازت دو
تمہاری طرح سے کوئی نگلے لگائے مجھے



اپنی کھوئی ہوئی جتنیں پاگئے زیست کے رستے بھولتے بھولتے
موت کی دایلوں میں کہیں کھو گئے تیری آواز کو ڈھونڈتے ڈھونڈتے

مست دسرشار تھے کوئی ٹھوکر لگی آسماں سے زمیں پر یوں ہم آگئے
شاخ سے پھول جیسے کوئی ٹکر پڑے رقص آواز پر جھومتے جھومتے

کوئی پتھر نہیں ہوں کہ جس شکل میں مجھ کو چاہو بنایا بگاڑا کرو
بھول جانے کی کوشش تو کی تھی مگر یاد تم آگئے بھولتے بھولتے

آنکھیں آنسو بھری، بلیکس بوجھل گھٹی پھیلے بھی ہوں نرم سائے بھی ہوں
وہ تو کیسے انہیں کچھ منسی آگئی، پنج گئے آج ہم ڈوبتے ڈوبتے

اب وہ گیسو نہیں ہیں جو سایہ کریں اب وہ شلنے نہیں جو سہارا بنیں
موت کے بازوؤں ہی آگے بڑھو تھک گئے آج ہم گھومتے گھومتے

دل میں جو تیر ہیں اپنے ہی تیر ہیں، اپنی زنجیر سے پاؤں زنجیر ہیں
سگریزوں کو ہم نے خدا کر دیا کھرخش، رات دن پوجتے پوجتے



سر جھکاؤ گے تو پتھر دیوتا ہو جائے گا
اتنا مت چاہو اسے وہ بیوفا ہو جائے گا

ہم بھی دریا ہیں ہمیں اپنا ہمنام معلوم ہے
جس طرف بھی چل پڑیں گے راستہ ہو جائے گا

کتنی سچائی سے مجھ سے زندگی نے کہہ دیا
تو نہیں میرا تو کوئی دوسرا ہو جائے گا

میں خدا کا نام لے کر پی رہا ہوں دوستو
زہر بھی اس میں اگر ہوگا، دوا ہو جائے گا

سب اُسی کے ہیں ہوا، خوشبو، زمین و آسمان
میں جہاں بھی جاؤں گا اس کو پتہ ہو جائے گا



غزلوں کا ہنرا اپنی آنکھوں کو سکھائیں گے
روئیں گے بہت لیکن آنسو نہیں آئیں گے

کہدینا سمندر سے ہم اداس کے موتی ہیں
دریا کی طرح تجھ سے ملنے نہیں آئیں گے

وہ دھوپ کے چہرہ ہوں یا چھاؤں کی دیواریں
اب جو بھی اٹھائیں گے، مل جل کے اٹھائیں گے

جب ساتھ نہ دے کوئی آواز ہمیں دینا
ہم پھول ہسی لیکن پتھر بھی اٹھائیں گے



ادب کی حد میں ہوں میں بے ادب نہیں ہوتا
تمہارا تذکرہ اب روز و شب نہیں ہوتا

کبھی کبھی تو جھلک پڑتی ہیں یونہی آنکھیں
اداس ہونے کا کوئی سبب نہیں ہوتا

کئی ایسروں کی محرمیاں نہ پوچھ کر بس
غریب ہونے کا احساس اب نہیں ہوتا

میں والدین کو یہ بات کیسے سمجھاؤں
محبتوں میں حسب نسب نہیں ہوتا

وہاں کے لوگ بڑے دلفریب ہوتے ہیں
مرا بہکنا بھی کوئی عجیب نہیں ہوتا

میں اس زمین کا دیدار کرنا چاہتا ہوں
جہاں کبھی بھی خدا کا غضب نہیں ہوتا



اڑتے بادل، بزرگوں کی شفقت بنے دھوپ میں لڑکیاں مسکراتی رہیں
جب سے جانا کہ اب کوئی منزل نہیں، منزلیں راہ میں آتی جاتی ہیں

رات، پریمیاں، فرشتے، ہمارے بدن، مانگ کر برف میں جل رہے تھے سگر
کچھ نہیں، کتا بوں کے بچنے دیئے، کاغذی مقبروں میں جلاتی رہیں

سارے دن کی تپسی ساحلی ریت پر دوڑتی ہوئی مچھلیاں سو گئیں
اپنے ملنے کی وہ آخری شام تھی، لہریں آتی رہیں لہریں جاتی رہیں

ننگے پاؤں فرشتوں کا اک طائفہ آسماں سے زمیں پر اترنے لگا
سر برہند فلک زادیاں عرش سے آنسوؤں کے تارے گراتی رہیں

اک دریچے میں دو آنسوؤں کا سفرِ زات کے راستوں کی طرح کھو گیا
نرم مٹی پہ گرتی ہوئی پتیاں ہسولے والوں کو چادر اڑھاتی رہیں



سردرد، جیسے نیند کے سینے پہ سو گیا
ان پھول جیسے ہاتھوں نے ماتھا جو نہی چھوا

اک لڑکے، ایک لڑکے کے کاندھے پہ سوئی تھی
میں اُجلی دھندلی یادوں کے کہرے میں کھو گیا

سناٹے آئے درجوں میں جھانکا چلے گئے
گرمی کی چھٹیاں بھیس وہاں کوئی بھی نہ تھا

ٹہنی گلاب کی مرے سینے سے لگ گئی
جھٹکے کے ساتھ کار کا رکنا غضب ہوا



نہ جی بھر کے دیکھا نہ کچھ بات کی
بڑی آرزو تھی ملاقات کی

اُجالوں کی پیریاں نہانے لگیں
ندی گنگنائی، خیالات کی

میں چپ تھا تو چلتی ہوا رک گئی
زباں سب سمجھتے ہیں جذبات کی

مفدّ مری چشم پر آب کا
برستی ہوئی رات برسات کی

کئی سال سے کچھ خبر ہی نہیں
کہاں دن گزارا کہاں رات کی



کوئی ہاتھ نہیں خالی ہے
بابا، یہ نگری کیسی ہے

کوئی کسی کا درد نہ جانے
سب کو اپنی اپنی پڑی ہے

اُس کا بھی کچھ حق ہے آخر
اس نے مجھ سے نفرت کی ہے

پھول دوا جیسے مہکے ہیں
کس بیمار کی صبح ہوئی ہے

جیسے صدیاں بیت چکی ہوں
پھر بھی آدھی رات ابھی ہے

کیسے کٹے گی تنہا تنہا
اتنی ساری عمر پڑی ہے

ہم دونوں کی خوب نیچے گی
میں بھی دکھی ہوں وہ بھی دکھی ہے

اب غم سے کیا ناظر توڑیں
ظالم بچپن کا سا تھی ہے

دل کی خاموشی پہ نہ جاؤ
راکھ کے نیچے آگ دہی ہے



اب ہوئی داستاں رستم بابا
انگلیاں ہو گئیں قلم بابا

کاغذی جوئے شیر لائے ہیں
اپنا تیشہ یہی قلم بابا

چاند اکثر اُداس رہتا ہے
اس کو آخر ہے کس کا غم بابا

آہٹیں چمنوں سے پوچھتی ہیں
قید کب تک رہیں گے ہم بابا

عشق نے یہ بھی رتبہ ہم کو دیا
لوگ کہتے ہیں محترم بابا

اب تو تنہا سب بھی پوچھتی ہیں
ہے ترا بھی کوئی صنم بابا



لہروں میں ڈوبتے رہے دریا نہیں ملا
اس سے بچھڑ کے پھر کوئی ویسا نہیں ملا

وہ بھی بہت اکیلا ہے شاید میری طرح
اس کو بھی کوئی چاہنے والا نہیں ملا

ساحل پہ کتنے لوگ مرے ساتھ ساتھ تھے
طوفاں کی زد میں آیا تو تنہا نہیں ملا

دو چار دن تو کتنے سکون سے گزر گئے
سب خیریت رہی کوئی اپنا نہیں ملا



پھول برسے کہیں شبنم کہیں گوہر برسے
اور اس دل کی طرف برسے تو پتھر برسے

بارشیں چھت پہ کھل جگہوں پہ ہوتی ہیں مگر
غم وہ سا دل ہے جو ان کمر دل کے اندر ہے

کون کہتا ہے کہ رنگوں کے فرشتے اُتریں
کچھ بھی برسے مگر اس بار تو گھر گھر برسے

ہم سے مجسور کا غصہ بھی عجب بادل ہے
اپنے ہی دل سے اُٹھے اپنے ہی دل پر برسے



اگر تلاش کروں کوئی مل ہی جائے گا
مگر کون تمہاری طرح مجھ کو چاہے گا

تمہیں ضرور کوئی چاہتوں سے دیکھے گا
مگر وہ آنکھیں ہماری کہاں سے لائے گا

نہ جانے کب تیرے دل پر نئی سی دھنک ہو
مکانِ حنائی ہوا ہے تو کوئی آئے گا

میں اپنی راہ میں دیوار بن کے بیٹھا ہوں
اگر وہ آیا تو کس راستے سے آئے گا

تمہارے ساتھ یہ موسمِ دوستی بیا ہے
تمہارے بعد یہ موسمِ بہت سنا ہے



کہیں چاند راہوں میں کھو گیا کہیں چاندنی بھی بھٹک گئی
میں چراغِ وہ بھی بجھا ہوا میری رات کیسے چمک گئی

مری داستان کا عروج تھا تری نرم پلکوں کی چھاؤں میں
مرے ساتھ تھا تجھے جاگنا تری آنکھ کیسے جھپک گئی

بھلا ہم ملے بھی تو کیا ملے وہی دوریاں وہی فاصلے
نہ کبھی ہمارے قدم بڑھے نہ کبھی تمہاری جھجک گئی

ترے ہاتھ سے مرے ہونٹ تک وہی انتظار کی پیاس ہے
مرے نام کی جو شراب تھی کہیں راستے میں چھلک گئی

تجھے بھول جانے کی کوششیں کبھی کامیاب نہ ہو سکیں
تری یاد شاخِ گلاب ہے جو ہوا چلی تو پچک گئی



اب تیرے میرے پیچ ذرا فاصلہ بھی ہو
ہم لوگ جب ملیں تو کوئی دُوسرا بھی ہو

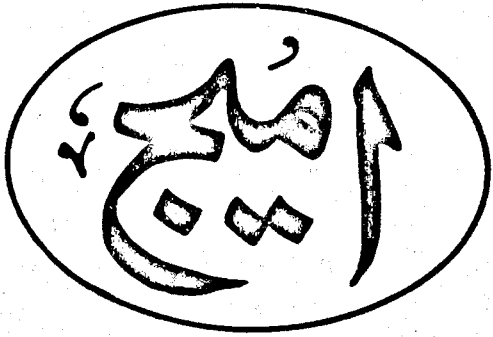
تو جانتا نہیں مری چاہرت عجیب ہے
مجھ کو منا رہا ہے کبھی خود خفا بھی ہو

تو بے وفا نہیں ہے مگر بے وفائی کر
اس کی نظر میں رہنے کا کچھ سلسلہ بھی ہو

پت جھڑ کے ٹوٹتے ہوئے پتوں کے ساتھ ساتھ
موسم کبھی تو بدلے گا یہ افسر ابھی ہو

چپ چاپ اس کو بیٹھ کے دیکھوں تمام رات
جاگا ہوا ابھی ہو کوئی سویا ہوا بھی ہو

اس کے لئے تو میں نے یہاں تک عائن کیں
میری طرح سے کوئی اسے چاہتا بھی ہو





ہماری شہرتوں کی موت بے نام و نشان ہو گئی
نہ کوئی تذکرہ ہو گا نہ کوئی داستان ہو گی

اگر میں لوٹنا چاہوں تو کیا میں لوٹ سکتا ہوں
وہ دنیا ساتھ جو میرے چلے تھی اب کہاں ہو گی

پرندے اپنی متغیروں میں سب تلے چھپا لیں گے
جوانی چاروں کی چاندنی ہے پھر کہاں ہو گی

درختوں کی یہ پھالیں بھی اتر جائیں گی پتے کیا
یہ دُنیا دھیرے دھیرے ایک دن پھر سے جواں ہوگی

ہوائیں روئیں گی سر پھوڑ لیں گی ان پہاڑوں سے
کبھی جب بادلوں میں چاند کی ڈولی رواں ہوگی

کسے معلوم تھا ہم لوگ اک بستر پہ سوئیں گے
حفاظت کے لئے تلوار اپنے درمیاں ہوگی

پسینہ بند کرے کی اس کا جذب ہے اس میں
ہمارے تو لیے میں دھوپ کی خوشبو کہاں ہوگی

کسی گنہگار پر بہت سے نام لکھ دو گے
تو قربانی ہماری اس طرح سے جاوداں ہوگی

زمینیں تو میری اجساد نے ساری گنوا دی ہیں
مگر یہ ایک مٹھی خاک خود اپنا نشان ہوگی

یہ چاندنی بھی جن کو چھوٹے ہوئے ڈرتی ہے
دُنیا انہی پھولوں کو پیروں سے مسلتی ہے

شہتِ در کی بلندی بھی پل بھر کا تماشہ ہے
جس ڈال پہ بیٹھے ہو وہ ٹوٹ بھی سکتی ہے

لوبان میں چنگاری جیسے کوئی رکھ جائے
یوں یاد تری شب بھر سینے میں سلگتی ہے

آجاتا ہے خود کپینج کر دل سینے سے پڑی پر
جب رات کی سرحد سے اک ریل گزرتی ہے

آنسو کبھی پلکوں پر تادیر نہیں رکتے
اُڑ جاتے ہیں یہ بچھی جب شاخ چککتی ہے

خوش رنگ پرندوں کے لوٹ آنے کے دن آئے
پچھڑے ہوئے ملتے ہیں جب برف پھلگتی ہے



وقت رخصت کہیں تلے، کہیں جگنو آئے
ہاں پہنانے مجھے پھول سے بازو آئے

بس گنتی ہے مرے احساس میں یہ کیسی ہلک
کوئی خوشبو میں لگاؤں تیری خوشبو آئے

میں نے دن رات خدا سے یہ دعا مانگی تھی
کوئی آہٹ نہ ہو در پہ مرے اور تو آئے

اُس کی باتیں کہ گلِ دلالہ پہ شبنم برے
سب کو اپنانے کا اس شوخ کو جادو آئے

ان دنوں آپ کا عالم بھی عجب عالم ہے
شوخی کھایا ہوا جیسے کوئی آہو آئے

اُس نے چھو کر مجھے پتھر سے پھر انسان کیا
مدتوں بعد مری آنکھوں میں آنسو آئے



چھول سا کچھ کلام اور سہی
اک غزل اس کے نام اور سہی

اس کی زلفیں بہت گھنیری ہیں
ایک شب کا قیام اور سہی

زندگی کے اُداس قصے ہیں
ایک لڑکی کا نام اور سہی

کریوں کو سنلیے غریب
قتل کی ایک شام اور سہی

کپکپاتی ہے رات سینے میں
زہر کا ایک جام اور سہی



جو ادھر سے جا رہا ہے وہی مجھ پہ مہرباں ہے
کبھی آگ پاسباں ہے کبھی دھوپ سائباں ہے

بڑی آرزو تھی مجھ سے کوئی خاک روکے کہتی
اتر آمری زمیں پر تو ہی میرا آسماں ہے

میں اسی گماں میں برسوں بڑا مٹکڑی رہا ہوں
تو اجسم بے تغیر، مرا پیار جاوداں ہے

کبھی سُرخ مومی شمعیں وہاں پھر سے جل سکیں گی
وہ لکھوری اینٹوں کا جو بڑا سا اک مکاں ہے

بسبھی برف کے مکانات پر کفن بچے ہیں لیکن
یہ دھواں بتا رہا ہے ابھی آگ بھی یہاں ہے

کوئی آگ جیسے کہہ کر میں دبی دبی سے چمکے
تیری جھلملاتی آنکھوں میں عجیب سا سماں ہے

انہیں راستوں نے جن پر کبھی تم تھے ساتھ میرے
مجھے روک روک پوچھا ترا ہم سفر کہاں ہے



ہوا میں ڈھونڈ رہی ہے کوئی صدا مجھ کو
پکارتا ہے پہاڑوں کا سلسلہ مجھ کو

میں آسماں وزمیں کی حدیں ملا دیتا
کوئی ستارہ اگر جھٹکے چومتا مجھ کو

چپک گئے مرے تلودوں سے پھول شیشے کے
زمانہ کیچھنچ رہا تھا۔ برہنہ پا۔ مجھ کو

وہ شہسوار بڑا رحم دل تھا میرے لئے
بڑھا کے نیزہ زمیں سے اٹھالیا مجھ کو

مکان، کھیت، سمی آگ کی پیٹ میں تھے
سنہری گھاس میں اس نے چھپا دیا مجھ کو

تو ایک ہاتھ میں لے آگ ایک میں پانی
تمام رات ہوا میں جلا بجھا دمجھ کو

بس ایک رات میں سرسبز یہ زمین ہوئی
مرے خدائے کہاں تک بچھا دیا مجھ کو



جب تک نگارِ رشت کا سینہ دکھانا تھا
صحرا میں کوئی لاکھ صد اکھلا نہ تھا

دو جھیلیں اس کی آنکھوں میں بہا کے گئیں
اس وقت میری عمر کا دریا چٹھانا تھا

جاگی نہ تھیں نسوں میں تمنا کی ناگنیں
اس گندی شراب کو جب تک چکھنا تھا

اک بے وفا کے سامنے آنسو بہاتے ہم ؟
اتنا ہماری آنکھ کا پانی مرا نہ تھا

دو کالے ہونٹ۔ جامِ سمجھ کے چڑھا گئے
وہ آبِ جس سے میں نے وضو تک کیا نہ تھا

وہ کالی آنکھیں شہر میں مشہور تھیں بہت
تب ان پہ موٹے شیشوں کا چشمہ چڑھا نہ تھا

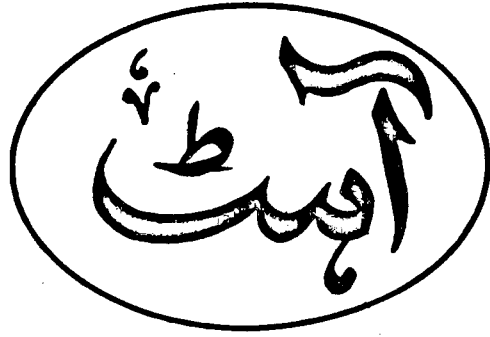
میں صاحبِ غزل تھا حسینوں کی بزم میں
سر پہ گھینرے بال تھے ماتھا کھلا نہ تھا



اب ہے ٹوٹا سا دل خود سے بیزار سا
اس حویلی میں لگتا تھا دربار سا

اس طرح ساتھ بھٹتا ہے دشوار سا
میں بھی تلوار سا تو بھی تلوار سا

خوب صورت سی پاؤں میں زنجیر ہو
گھر میں بیٹھا رہوں میں گرفتار سا



گڑیا گڈے کو بیچا خسرہ یاد گیا
گھر سجایا گیا رات بازار سا

شام تک کتنے ہاتھوں سے گزروں گا میں
چلے خانوں میں اُردو کے اخبار سا

میں فرشتوں کی محبت کے لائق نہیں
ہمسفر کوئی ہوتا گنہ گار سا

بات کیا ہے کے مشہور لوگوں کے گھر
موت کا سوگ ہوتا ہے تیوہار سا

زمینہ زمینہ اُترتا ہوا آئینہ
اُس کا بچہ انوکھا کھنکھدار سا

وہ علی گڑھ کی شاہیں کہاں کھو گئیں
اب وہ شاعر کہاں ہے طرح دار سا



سن لی جو خدا نے وہ دعا تم تو نہیں ہو
دروازے پہ دستک کی صدا تم تو نہیں ہو

سمٹی ہوئی شرمائی ہوئی رات کی رانی
سوئی ہوئی کلیوں کی حیات تم تو نہیں ہو

محسوس کیا تم کو تو گیلی ہوئیں پلکیں
بھیکے ہوئے موسم کی ادا تم تو نہیں ہو

ان اجنبی راہوں میں نہیں کوئی بھی میرا
کس نے مجھے یوں اپنا کہا، تم تو نہیں ہو



ہر جہنم میں اسی کی چاہت تھے
ہم کسی اور کی امانت تھے

اس کی آنکھوں میں جھلملاتی ہوئی
ہم غزل کی کوئی علامت تھے

تیری چادر میں تن سمیٹ لیا
ہم کہاں کے دراز قامت تھے

جیسے جنگل میں آگ لگ جائے
ہم کبھی اتنے خوبصورت تھے

پاس رہ کر بھی دُور دُور رہے
ہم نئے دور کی محبت تھے

اس خوشی میں مجھے خیال آیا
غم کے دن کتنے خوبصورت تھے

دن میں ان جگنوؤں سے کیا لینا
یہ دیئے رات کی ضرورت تھے

ٹوٹے ہوئے ستارے سب تار کس گئے
بارش ہوئی کہ درد کے نغمے برس گئے

کیسی سیاہ رات تھی دہلیز پر کھڑی
وہ مکرادیئے تو آجائے برس گئے

شادابیوں کے دور کا انجم یہ ہوا
اب کے تو بوند بوند کو دریا ترس گئے

اب خاک اُڑ رہی ہے گلابوں کے شہر میں
وہ تو چلی ہے اب کے کہ پتھر بھلس گئے

گھر سے خلوص کیا گیا سب کچھ چلا گیا
باتوں میں رس نہیں رہا ہاتھوں کے جس گئے

کچھ رشک مہر و ماہ یہاں آئے تھے کبھی
کوئی تو کچھ بتائے کہاں جا کے بس گئے



میں تو ایک کاغذی مچھول تھا، سرِ شامِ خوشبو سے بھر گیا
میں کہاں ہوں مجھ کو خبر نہیں مجھے کون چھو کے گزر گیا

وہ آداس لڑکی، بہار لائی پہاڑیوں سے زمین پر
مرے دل میں درد کا چاند بھی یونہی زینہ زینہ اتر گیا

یہ گلاب بھی مرا عکس ہے یہ ستارہ بھی مرا نقش ہے
میں کبھی زمین میں دفن ہوں کبھی آسمان سے گزر گیا

میں اداس چاند کا باغ ہوں، میں گئے دنوں کا ترغ ہوں
مری شاخ شاخ تجھس گئی، مرا پھول پھول بکھر گیا

وہ سفید پھولوں سی اک دُعا مرے ساتھ ساتھ رہی سدا
یہ اسی کا فیض ہے بارہا میں بکھر بکھر کے سنور گیا

مرے آنسوؤں کی کتاب بھی تیری خوشبوؤں سے مہک گئی
مرا شعر ہے ترا آئینہ جہاں شام آئی سنور گیا



بڑی آگ ہے بڑی آگ ہے ترے میکے کے کلاب میں
کئی بالیاں کئی چوڑیاں یہاں گھل رہی ہیں شرب میں

وہ سراپا حسن و جمال ہے وہ ترے سخن کا کمال ہے
کوئی ایک شعر نہ کہہ سکا بھی اس غزل کے جواب میں

وہی لکھنے پڑھنے کا شوق تھا، وہی لکھنے پڑھنے کا شوق ہے
ترا نام لکھنا کتاب پر، ترا نام پڑھنا کتاب میں

مرے زردپتوں کی چادریں بھی ہوائیں چھین کے گئیں
میں عجب گلاب کا پھول ہوں جو بہنہ سر پہ شباب میں

یہ دعا ہے ایسی غزل کہوں کبھی پیش جس سے میں کر سکوں
کوئی حرف تیرے حضور میں کوئی شعر تیری جناب میں



تو مجھ سے تیز چلے گا تو راستہ دوں گا
دعا کے پھول تری راہ میں بچھا دوں گا

ابھی تو زندگی حائل ہے تجھ سے ملنے میں
میں آج رات یہ دیوار بھی گرا دوں گا

اگر کسی نے مجھے ایک رات روک لیا
تو اس کا نام پتہ بھی تجھے بتا دوں گا

اب اس کے بعد کوئی بے وفا نہ پاؤ گے
میں اپنے آپ کو اتنی بڑی سزا دوں گا

بہت عجیب سی لڑکی ہے اس کی خاطر میں
پڑھے بغیر حسینوں کے خط جلا دوں گا



گھاؤں مٹ جائیں گے، شہر جل جائے گا
زندگی تیرا چہرہ بدل جائے گا

ہم غریبوں کی اس بھیڑ میں تم کہاں
یہ کلف دار کرتا مسل جائے گا

آگ پر رقص کرنے میں کیسا ہے تُو
برف پر پاؤں تیرا پھسل جائے گا

میں اسی فکر میں رات سویا نہیں
چاند تاروں کو سورج نگل جائے گا

اب اسی دن لکھوں گا دکھوں کی غزل
جب مرا ہاتھ آہن میں ڈھل جائے گا

کچھ لکھ مرثیہ، مثنوی یا غزل
کوئی کاغذ ہو پانی میں گل جائے گا

میں اگر مکر کے انہیں دیکھ لوں
قاتلوں کا ارادہ بدل جائے گا



فرصت کہاں خطوط پڑھوں آج پیار سے
اب خیریت بتایا کرو یا رتار سے

دلی کے تاج و تخت کا اک دعویٰ رتو
داخل تھا اسپتال میں پانی کی مار سے

نیتا کی شان دیکھ لے ووٹیوں ملے
مروے نکل کے آگے ہیں اپنے نزار سے

رہی نکلنے کا ارادہ جہاں کیا
مجھ کو زکام ہو گیا ہلکی پھوڑ سے

میں ریل روکنے کے لیے تیرے ساتھ ہوں
فرصت اگر مجھے ملی سردی بخار سے

میں ڈر رہا ہوں مجھ کو بھی غالب کہیں گے
یہ گھر چلا کرے گا ہمیشہ ادھار سے



اب مجھے مے نہیں، میکہ چاہیے
کچھ نہیں اور اس کے سوا چاہیے

ایک دن تجھ سے ملنے ضرور آؤں گا
زندگی مجھ کو تیرا پتہ چاہیے

گھر کی دیلیں پر چاند سویا نہ ہو
صبح ہونے کو پہ کوٹنا چاہیے

اس زمانے نے لوگوں کو سمجھا دیا
تم کو آنکھیں نہیں، آئینہ چاہیے

یہ زمیں آسماں کچھ نئے تو لگیں
مجھ کو ایسی نظر آئے خدا یا ہے

تم سے میری کوئی دشمنی چاہیے
سامنے سے ہٹو، راستہ چاہیے



فلک سے چاند، ستاروں سے جام لینا ہے
مجھے سحر سے نئی ایک شام لینا ہے

کسے خبر کہ فرشتے غزل سمجھتے ہیں
خدا کے سامنے کافر کا نام لینا ہے

معاملہ ہے ترا بدترین دشمن سے
مرے عزیزِ محبت سے کام لینا ہے

مہکتی زلف سے خوشبو چمکتی آنکھ سے دھوپ
شبوں سے جام، سحر کا سلام لینا ہے

تمہاری چال کی آہستگی کے لہجے میں
سخن سے دل کو مسنے کا کام لینا ہے

نہیں میں میر کے در پر کبھی نہیں جاتا
مجھے خُدا سے غزل کا کلام لینا ہے

بڑے سلیقے سے نوٹوں میں اُس کو تنوا کر
امیر شہر سے اب انتقام لینا ہے



اردو کتب خانہ

URDUKUTABKHANAPK.BLOGSPOT